47- سورة
48- الفتح
49- الحجر

سورۂ فتح

مدنی ہے۔ اس کے حروف (۲۴۳۸) کلمات (۵۶۰) آیات (۲۹) ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ سورہ جو مجھ پر نازل ہوا ہے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"

مسلم احمد بخاری ترمذی و نسائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ

فتحنا۔ الفتح ازالۃ الاغلاق والاشکال وذلک ضربان احدھما یدرک بالبصر کفتح الباب ونحوہ والثانی یدرک بالبصیرۃ کفتح الھم وھو ازالۃ الغم (مفردات) فتح۔ کشایش ونصرت (صراح) لفظ ماضی سے اس لئے فرمایا کہ علم الٰہی میں جو شے متحقق ہے وہ ہو چکی ہے۔ یہ مخبر کی علو شان و عظمت پر دال ہے اور اسی لئے جمع متکلم کا صیغہ عظمت کیلئے بیان فرمایا کیونکہ بندوں کے افعال کا خالق و موجد وہی ہے۔ اکثروں نے اس فتح سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے کیونکہ فتح کے لغوی معنیٰ بندش کا کھولنا ہے اور یہ صلح حدیبیہ ہی مشرکوں سے نہایت متعذر و مشکل تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مشکل گرہ کو کھولدیا۔ زہری نے کہا کوئی فتح صلح حدیبیہ سے بڑھ کر نہ تھی کیونکہ اس تین سال کی صلح میں مشرکین مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے جس کے سبب سے اسلام مشرکوں کے دل میں گھر کر گیا اور بہت سے لوگ اسلام لائے چونکہ یہ صلح فتح مکہ کا مقدمہ ہوئی اس لئے اس سے فتح مکہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔ لیغفرلك رازی نے کہا کہ یہ لام تعلیل تعریف مغفرت ہے اس کی تقدیر یوں ہے انا فتحنا لك لتعرف انك مغفور لك معصوم۔ کیونکہ لوگ اصحاب فیل کے واقعہ کے بعد سے سمجھ گئے تھے کہ دشمن خدا مکہ پر غالب نہ ہوگا بلکہ اس کا دوست ہی اس کا مالک ہوگا۔ ابن عطیہ نے کہا کہ لام صیرورۃ ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اس فتح کو آپ کے غفران اور معصومیت کی علامت گردانا ہے (کبیر)

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا 3. وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا

بیشک[۱] (اے نبی) ہم نے تمہارے لئے ظاہر فتح کا فیصلہ کر دیا۔ تاکہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہ تمہیں معاف[۲] کرے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے اور تمہیں راہِ راست[۳] پر چلائے اور اللہ تمہیں زبردست مدد سے تائید دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح کے ساتھ مغفرت یعنی معصومیت۔ اتمام نعمت اور سیدھی۔ راہ کی ہدایت اور نصرت کامل جمع فرما دی گویا یوں فرمایا ہے کہ اے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہارے لئے دین و دنیا کی خوبیاں جمع کر دی ہیں اور فتح و نصرت کو اپنی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ دلوں کو قوت و ثبات و طمانیت

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور یہ کرامت و شرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اس میں کسی فرد بشر کو آپ کے ساتھ شرکت نہیں ہے اور اسی سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و کمال شرافت تمام اولین و آخرین پر ثابت ہے (ابن کثیر) من ذنبك۔ اس سے مراد مومنین کے گناہ ہیں۔ یا ترک افضل ہے (کبیر) ۱۲۔

[۲] عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا ایک شے کے متعلق آپ سے تین مرتبہ سوال کیا لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو ملامت و سرزنش کی اور اس خوف میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آگے بڑھ گیا کہ کہیں میرے عتاب میں قرآن شریف نہ نازل ہو۔ اس اثنا میں ناگہاں ایک پکارنے والے نے پکارا کہ یا عمر تو میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ شب گزشتہ مجھ پر ایک ایسی صورت نازل ہوئی ہے جو میرے پاس دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ انا فتحنا لك الخ (ابن کثیر از امام احمد و بخاری و ترمذی و نسائی) [۳] عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تو آپ کے قدم مبارک شق ہو جاتے ہیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا میں بندۂ شکر گزار نہ ہوں (ابن کثیر از امام احمد و مسلم) [۴] یعنی رسالت کے پہنچانے میں ٹھیک راہ دکھلاوے (بیضاوی) ۱۲

4 دشمن کے مقابلہ میں عطا فرمایا اسی کا کلام ہے جس طرح ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ
فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
5 وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۙ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَکَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا کہ ان[1] کے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں کے اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے تاکہ اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے[2] جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ اُن سے انکی برائیوں کو دور کردے

السکینة۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سکینت سے مراد طمانیت ہے۔ قتادہ نے کہا کہ اس سے وقار مراد ہے (ابن کثیر) السکینة۔ قیل ھو ملك یسکن قلب المؤمن ویؤمنه وقیل ھو العقل وقیل له سکینة اذا سکن عن المیل الی الشهوات وقیل السکینة والسکن واحد وھو زوال الرعب (مفردات) آرامش وآہستگی (صراح) وللہ جنود السموات والارض اس سے آسمان و زمین کے فرشتے مراد ہیں۔ یا جنود سموات سے فرشتے اور جنود ارض سے حیوانات اور جن مراد ہیں (کبیر) فوزا۔ الفوز الظفر بالخیر مع حصول السلامة (مفردات) فوز۔ رستن و پیروزی یافتن بہ نیکی (صراح) ۱۲

[1] اللہ تعالیٰ نے انہیں سکون و اطمینان عنایت فرمایا تو انہوں نے صبر کے ساتھ عین الیقین پایا اور پہلے علم الیقین حاصل تھا تو اس ایمان غیب کے ساتھ یہ ایمان بڑھ گیا (کبیر) [2] جب آیت لیغفرلك الخ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو یہ آپ کے لئے ہے پھر ہمارے واسطے کیا ہے تو آیت لیدخل الخ نازل ہوئی (ابن کثیر از صحیحین) ۱۲۔

اور یہ[1] اللہ کے نزدیک (ان کی) بڑی کامیابی ہے یعنی تمام مخلوقات انسان ہوں یا حیوان فرشتے ہوں یا جنات سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسی کے محکوم ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ملائکہ کی فوج علانیہ بھیج دے لیکن وہ علیم وحکیم ہے اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے اسی لئے اس نے مومنین کے لئے جہاد وقتال کا حکم دیا کہ اس سے ایمانداروں اور منافقوں میں فرق ظاہر ہو جائے مسلمان ثواب کے مستحق ہو جائیں اور منافق ومشرک عذاب کے چنانچہ مسلمانوں کی سرفرازیوں نعمتوں اور ثواب کا ذکر فرما کر منکرین ومخالفین اسلام کی سزاؤں کا بیان اس طرح فرماتا ہے:۔ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اور تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کرے جو اللہ کے ساتھ (قسم قسم کی) بدگمانی کرتے ہیں۔ انھیں پر بری گردش ہے۔ اور اللہ ان پر غضبناک ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے اور آسمانوں کے

---

[1] ذالك كاشارالیہ ادخال وتکفیر ہے (بیضاوی) دائرۃ ۔ والدائرۃ عبارۃ عن الخط المحیط یقال دار یدور دورانا ثم عبر بها عن الحادثة (مفردات) دائرۃ ۔ گردش زمانہ (منتخب) لعنهم ۔ اللعن الطرد والابعاد علی سبیل السخط (مفردات) لعن راندن ودور کردن از نیکی ورحمت (صراح) ۱۲

اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے وہ جسے چاہے غالب کرے اور جسے چاہے مغلوب کرے کافر و منافق جو بدگمانی کرتے ہیں ان کا وبال انھیں پر پڑیگا وہ دنیا میں بھی مقہور و ملعون ہوے اور آخرت میں بھی ان کے لئے جہنم ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا ہے اس کیلئے ہی خرابیاں ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور آپ کی بعثت کے فوائد کو اس طرح ذکر فرماتا ہے:۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ بیشک[1] (اے نبی) ہم نے تمھیں گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ کہ تم (لوگ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور ان کی توقیر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تین صفات بیان فرمائے۔ اول شاہد مخلوق کے لئے۔ دوم مبشر مومنین کے لئے۔ سوم نذیر کافروں کے لئے اور مخلوق کو مخاطب کرکے

تعزروہ ۔ ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ روایت کی ہے کہ یہ اجلال تعظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (در) اور ابن عباس وغیرہ نے فرمایا تعزروہ یعنی تعظموہ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو (ابن کثیر) التعزیز التوقیر و التعظیم (مختار) تعزیر بزرگ داشتن (صراح) توقروہ ۔ التوقیر۔ التعظیم (مختار) توقیر۔ بزرگ داشتن (صراح) بکرۃ و اصیلا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نماز فجر۔ ظہر اور عصر (کشاف) ۱۲

[1] اس آیت کی شرح سورۂ احزاب میں کی گئی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر ہذا صفحہ ۱۵۰۹) ۱۲

لیؤمنوا سمی ۔ ابوعمرو وافعال ابن کثیر بصیغہ غائب ۱۲

فرمایا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم[۱] و تکریم کرو اور دن رات تسبیح کرتے رہو۔ اس حکم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر آپ کی عظمت و توقیر خود بیان فرماتا ہے کہ آپ سے بیعت کرنا عین اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے جس طرح ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۠ بیشک[۲] (اے نبی) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی[۳] سے بیعت کرتے ہیں

[۱] پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم دینا پھر تسبیح کے لئے فرمانا اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو اپنے سے بیعت کرنا فرماتے ہیں قرآن شریف کی بلاغت معلوم ہوتی ہے کہ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم دیدیا پھر ایسا ہو کہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح بھٹک جائیں اپنی تسبیح کا حکم فرمایا اور اس حکم سے کہیں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں کمی نہ کریں اور آپ کو اپنے جیسا بشر نہ سمجھ لیں یہ فرمایا کہ ان سے بیعت کرنا مجھ سے بیعت کرنا ہے ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اس حکم کے غور کرنے سے یہاں ایک راز کھلتا ہے یبایعونك بایع السلطان اذا تضمن بذل الطاعة له بما رضخ له ويقال لذلك بيعة ومبايعة (مفردات) المبايعة والتبايع عبارة عن المعاقدة والمعاهدة كان كل واحد منهما باع ما عنده من صاحبه واعطاه خالصة نفسه وطاعته ودخيلة امره (تاج العروس) مبایعہ۔ بیعت کردن بیعت عہد و پیمان یعنی قول و قرار کردن (کنز)، نکث۔ نكث العهد والحبل نقضه وبابه نصر (مختار) شکستن عہد (کنز) [۲] بیعت۔ اس آیت سے بیعت کا شروع ہونا ظاہر ہے اور یہ امر مشہور متواتر اور باجماع امت ثابت ہے کہ بیعت امر شرعی ہے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم پر بیعت کی۔ کبھی کسی کام پر عمل کرنے کے لئے اور کبھی کسی فعل کے ترک کرنے کے لئے۔ کبھی ہجرت پر بیعت لی گئی۔ کبھی جہاد پر کبھی نماز، روزہ وغیرہ ٹھیک طور سے ادا کرنے پر کبھی کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے پر کبھی ممنوعات و فواحش چھوڑنے پر

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو کوئی عہد شکنی کرے تو وہ خود اپنے ہی (ضرر کے) لئے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کبھی تو عام طور پر سب سے لیگئی اور کبھی خاص حاضرین سے۔ بروایت صحیح ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند محتاج مہاجرین سے اس بات کی بیعت لی کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر کسی شخص کا کوڑا گر جاتا تھا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کو اٹھا لیتا تھا۔

یہ بیعت تقویٰ و توبہ جو صوفیائے کرام میں جاری ہے اس کا ثبوت اس آیت سے بھی ملتا ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ یعنی اے نبی جب آئیں تمہارے پاس مسلمان عورتیں تم سے بیعت کرنے اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور نہ لائیں بہتان باندھ کر اپنے ہاتھ پاؤں میں اور نافرمانی نہ کریں تمہاری کسی اچھے کام میں تو ان سے بیعت لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

یہ بیعت بیعت اسلام نہیں ہے بلکہ بیعت تقویٰ و توبہ ہے کیونکہ ان عورتوں کا مسلمان ہونا لفظ مومنات سے ثابت ہے۔ یہ نص صریح ثابت کر رہی ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں جو سلسلہ بیعت ہے وہ موافق احکام خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے مسلمانوں سے بیعت لینا جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہے بیعت طریقت کے ثبوت کیلئے یہ آیت بھی ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اسکی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ وسیلہ کی تلاش الامر للوجوب کے اعتبار سے واجب ٹھیری اور یہاں وسیلہ سے مراد ذات مرشد ہے اور اس آیت سے بھی ثبوت نکلتا ہے:۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو بیعت کے متعلق مختلف احادیث سے بھی ثبوت ملتا ہے چنانچہ صحیحین اور نسائی وغیرہ میں عبادہ بن صامت رضی سے مروی ہے کہ "ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھے آپ نے فرمایا

عہد شکنی کرتا ہے اور جو کوئی اس بات کو پورا کرے جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اسے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے اور چوری نہ کروگے اور زنا نہ کروگے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی بیعت کی آیت پڑھی۔ پس ہم لوگوں نے ان باتوں پر بیعت کر لی"۔ بخاری نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ جب لوگ کم ہوئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟" عرض کیا میں نے تو بیعت کر لی ہے"۔ فرمایا "اور دوبارہ سہی" پس میں نے دوبارہ بیعت کرلی" اس حدیث سے بیعت کا مکرر لینا بھی ثابت ہے۔ نسائی نے جریر سے روایت کی:۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کو نصیحت کرنے کے لئے بیعت کی" ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔ "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم سننے اور فرمانبرداری کرنے پر بیعت کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ یعنے حسب استطاعت کرو (ترمذی) غائب کی بیعت بھی جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے غائبانہ بیعت کی۔ بیعت صوفیہ کے تین طریقے مشہور ہیں۔ پہلا طریقہ معاصی سے توبہ کرنا۔ دوسرا تبرکاً بیعت کرنا یعنے حصولِ برکت کی نیت سے سلسلہ صالحین میں داخل ہونا مثل سلسلہ اسنادِ حدیث کے بیعت کا تیسرا طریقہ تاکدِ عزیمت ہے یعنے خلوص امرِ الٰہی اور ترکِ مناہی ظاہری و باطنی اور اللہ تعالیٰ سے قلب کا تعلق پیدا کرنے کے لئے پکا ارادہ کرنا اور یہی اصل طریقہ ہے اور یہ بیعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ صحابہ نے بھی لی ہے۔

حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھی صحابہ نے بیعت لی ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے مقاتل سے کہا کہ جب یہ آیت فتحِ مکہ کے روز نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے کوہِ صفا پر بیعت لی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے پہاڑ کے نیچے بیعت لی۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک مکان میں جمع فرمایا اور عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ہاں روانہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازہ پر کھڑے رہے سلام کیا اور فرمایا میں حضرت رسالت مآب

بڑا ثواب دیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا ذکر ہوا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں تم مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھراؤ اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو۔ ہم لوگوں نے کہا "بہت اچھا" پھر حضرت ممدوح نے اپنا ہاتھ گھر کے باہر سے بڑھایا اور ہم لوگوں نے اپنے ہاتھ گھر کے اندر سے بڑھائے" کذا فی الدر المنثور للسیوطی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی صحابہ میں بیعت کا سلسلہ جاری رہا اور صحابہ چاروں خلفا سے یکے بعد دیگرے بیعت کرتے رہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے خلیفہ سوم کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت یہ کہا اُبَایِعُكَ عَلٰی سُنَّةِ اللہِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَالْخَلِیْفَتَیْنِ مِنْ بَعْدِهٖ یعنے میں تم سے کتاب خدا و سنت رسول و طریقہ شیخین پر بیعت کرتا ہوں اور امام احمدؒ کی روایت میں ہے اُبَایِعُكَ عَلٰی کِتَابِ اللہِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَسِیْرَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ ان روایتوں میں بیعت تقویٰ کا ذکر ہے۔ خلافت وغیرہ سب اسمیں داخل ہیں۔ نسائی کی روایت میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیوں کو ارشاد کیا کیا تم مجھ سے اسطرح کی بیعت نہیں کرتے جیسے عورتوں نے کی ہے۔ اس حدیث میں تو بیعت کی تحریص ہے ۱۲ یعنے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے وہ ان کے اقرار کو سنتا ہے انکی نیت کو دیکھتا ہے اور انکی ظاہری و باطنی حالت کو جانتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں اور حقیقت میں بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے راہ خدا میں اپنی تلوار کھینچی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارہ میں فرمایا کہ واللہ اس پتھر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شان سے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہو گی جس سے وہ بات کریگا اور جس نے اس کو خالص نیت سے چوما ہے اسکی گواہی دے گا تو جس شخص نے اس کو چوما بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ الآیہ (ابن کثیر عن ابن ابی حاتم) بعض علماء نے کہا کہ اس آیت کی تاکید سے یقین ہوتا ہے کہ ید اللہ ان کے ہاتھوں پر ہے اگرچہ ھو الظاھر اللہ تعالیٰ کی شان ہے لیکن یہ ظہور اس انتہائے کمال پر ہے کہ بندے کو اسکی برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بندہ سراسر نقص ہے۔ پس وہ مظہر تجلی یعنے رسول اللہ

اب منافقوں کے حالات اور انکی بہانہ سازی کی پیش گوئی فرماتا ہے جسطرح ارشاد ہے
سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا
أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (اے نبی) دیہاتی عرب جو پیچھے
رہ گئے اب تم سے کہیں گے کہ ہم اپنے مال اور اہل (وعیال) میں مشغول رہے پس تم
ہمارے لئے بخشش چاہو یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں
نہیں ہے۔ تم کہو کہ اگر اللہ تمھیں ضرر پہونچانا چاہے یا تمھیں نفع پہونچانا چاہے تو کون ہے جو اللہ کے
مقابلہ میں تمھارے لئے کچھ کرسکے بلکہ تم لوگ جو کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ منافق بطور
تقیہ بناوٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش طلب کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے
ڈرایا کہ میں تمھارے ظاہر و باطن سب سے واقف ہوں۔ اور اُن کے بیہودہ اور بے
اصل عذرات کو اسطرح رد فرمایا۔ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دیکھتا ہے اور یہ یقین ہے کہ ید اللہ فوق ایدیھم
الاعراب (سکان البادیۃ) خاصۃ۔ والنسبۃ الیہ اعرابی لانہ لا واحد لہ
(قاموس وتاج) اعراب۔ تازیان۔ بیابان باش (صراح) شغلتنا الشغل والشغل
العارض الذی یذھل الانسان (مفردات) شغل۔ بکارے درشدن و بکارے در
بردن و کسے را بکارے مشغول کردن (کنز) ۱۲۔

أَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝

بلکہ تم نے یہ گمان کیا کہ رسول اور ایماندار لوگ کبھی اپنے اہل و (عیال) میں واپس ہی نہ

آئیں گے اور یہ (گمان) تمھارے دلوں میں زینت دیدیا گیا تھا اور تم نے بہت برا گمان

کیا تھا۔ اور تم لوگ (خود) تباہ[1] ہو گئے یعنی تم اپنے نفاق کے سبب بیٹھ رہے اور یہ خیال

کیا کہ اس لڑائی میں سب ہلاک ہو جائیں گے اور حقیقت میں تمھیں لوگ تباہ کار ہو پھر

آخرت کا عذاب جدا ہی جس طرح ارشاد ہے۔ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا 48

أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے۔ تو بیشک ہم نے

(ان) کافروں کیلئے دہکتی ہوی آگ تیار کی ہے۔ اپنے مالک و مختار کی مخالفت کی یہی سزا ہے۔

مالک بھی ایسا کہ آسمان و زمین اس کے زیر حکومت اور مختار بھی ایسا کہ مغفرت و معافی کا

اسے ہر طرح اختیار ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ 48

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ اور آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت

اللہ ہی کیلئے ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان

ہے۔ جو منافق غزوۂ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

[1] بورًا ابن عباس وغیرہ نے فرمایا ھلکی یعنے ہلاک ہونے والے۔ (ابن کثیر) بورًا جمع بائر عبر بالبوار عن الھلاک یقال بار الشئ یبور بوارًا (مفردات) بور ہلاک شدہ و تباہ شدہ و ہلاک شدگان و این لفظ ہم مفرد آمدہ است وہم جمع آمدہ است کہ مفرد ش بائر باشد (کنز) [2] ذالک کا مشار الیہ ظن ہے۔ ۱۲

خیبر کی غنیمت لینے کیلئے چلنے کو تیار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ انھیں ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل حدیبیہ سے فتح خیبر کا وعدہ فرما کر اس کی غنیمت کو انھیں کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔ جب انھیں چلنے سے منع کیا گیا تو وہ حسد کا الزام دینے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ حسد نہیں یہ تو انھیں کی سمجھ کا پھیر ہے جسطرح ارشاد ہے۔ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ جب تم غنیمتوں کی طرف انکے لینے کیلئے جاؤ گے تو پیچھے رہے ہوئے لوگ کہیں گے ہمیں اجازت دو کہ ہم تمھارے پیچھے چلیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں (اے نبی) تم کہو کہ ہرگز تم ہمارے پیچھے نہ چلنے پاؤ گے۔ اللہ نے پہلے سے اسیطرح فرمایا ہے۔ پھر وہ کہیں گے (کہ اللہ کا

لہ مغانم۔ والغنم اصابتہ والظفر بہ ثم استعمل فی کل مظفور بہ من جہۃ العدی وغیرہم والمغنم ما یغنم وجمعہ مغانم (مفردات) غنیمۃ بالفتح مال کہ از حرب کفار حاصل شود مغنم کذلک (صراح)۔ ذرونا۔ ذر بگذار و ایں فعل امر است بمعنی اترك چوں دع در استعمال مضارعات و عدم استعمال در ماضی و مصدرش (کنز) یبدلوا کلام اللہ۔ قتادہ مجاہد نے کہا کہ وہ وعدہ جو اللہ نے اہل حدیبیہ سے کیا تھا (یعنی خیبر کی غنیمت کا) (ابن کثیر) من قبل تم نے جو مسلمانوں کے ہمراہ (لڑائی کیلئے) نکلنے کا سوال کیا ہے اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اہل حدیبیہ سے وعدہ کر چکا ہے (ابن کثیر)۔ ۱۲

فرمان نہیں ہے) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (ایسا نہیں ہی) بلکہ یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں

پھر اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے آزماتا ہی کہ ابھی کیا ہی کچھ دنوں بعد تم

ایک جنگ جو قوم کے مقابلہ کیلئے بلائے جاؤ گے اسوقت تمہارا کفر و اسلام سب کھل جائیگا

جسطرح ارشاد ہی۔ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ

شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا

كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (اے نبی) دیہاتی عربوں میں سے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔

ان سے کہو کہ تم عنقریب سخت لڑنے والے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے

لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے تو اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمھیں نیک اجر عنایت فرمائیگا

اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسا کہ اس سے پہلے تم نے روگردانی کی ہی تو اللہ تمھیں دردناک

عذاب سے سزا دیگا۔ اللہ تعالیٰ ان دیہاتیوں کو پھر ایک موقع عنایت فرماتا ہی کہ اگر تم

اولی۔ خداوندان۔ واو جمع ذو بود نہ از لفظ وے (کنز) ۱۲ باس۔ البؤس والباس والباسأ الشدۃ والمکروہ الا ان البؤس فی الفقر والحرب اکثر والبأس والبأساء فی النکایہ (مفردات) باس سخت شدن در جنگ و دلیر شدن مضرت رسیدن و اندوہگیں شدن (کنز) لے قرآن مجید میں بہت سی غیب کی خبریں دیگئی ہیں جو آدمی کی قدرت سے باہر ہیں اور جن پیشین گوئیوں کی تصدیق دنیا کے حادثات اور واقعات سے بخوبی ہو چکی اور ہو رہی ہے جنمیں سے یہ بھی ایک آیت ہی ۲ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان اعراب کو عرب و فارس اور روم سے لڑنے کیلئے بلایا اور خوب لڑائی ہوئی ۳ علی بن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اہل فارس ہیں۔ ابن ابی لیلی و عطا و حسن و قتادہ نے فرمایا کہ وہ فارس و روم ہیں (ابن کثیر) اسکے سوا اور اقوال بھی ہیں

جہاد کروگے اور کافروں سے لڑوگے تو اللہ تعالیٰ تمھیں ثواب دیگا اور اگر پہلے کی طرح
اب بھی پہلوتہی کروگے اور لڑنے سے چھپوگے تو تمھارے لئے عذاب الیم تیار ہے۔ جہاد کا
حکم دیکر اور عذاب سے ڈرا کر اندھوں لنگڑوں اور بیماروں کو مستثنے فرما دیا جسطرح ارشاد ہے:

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۧ

اندھے پر حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر حرج ہے اور نہ بیمار پر حرج ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا اللہ اُسے ایسی جنتوں میں داخل کریگا جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور جو کوئی روگردانی کریگا تو اللہ اُسے دردناک عذاب سے سزا دیگا۔ اندھے پر جہاد نہیں اگرچہ وہ آواز پر حملہ کرسکتا ہے لیکن اپنے کو دشمن سے بچا نہیں سکتا۔ اور لنگڑے پر بھی نہیں اگرچہ وہ بیٹھکر لڑ سکتا ہے لیکن کسی موقع پر دشمن سے بچنے کیلئے دور جاکر پھر دوڑکر حملہ نہیں کرسکتا۔ اور بیمار پر بھی نہیں اگرچہ وہ کھڑا ہوسکتا اور دشمن کو دیکھ سکتا ہے لیکن اسمیں دشمن کو دفع کرنیکی قوت نہیں چہ جائیکہ اُس پر غالب آسکے۔ غرض جہانتک ہوسکے اللہ رسول کی اطاعت کرو تو جنت اور نہیں تو دوزخ ہے۔ فرمانبرداروں کو یہ اجر ضرور ملیگا اور جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی انھیں رضائے الٰہی بھی

ع ۲ — الصف
ندخلہ — نعذبہ — نافع ابن عامر — نون تشکر

حرج۔ ای خلیق والحرج الاثم (مختار) حَرَجٌ۔ تنگی۔ گناہ (کنز) ۱۲

ملکی۔ یہاں خاص طور پر انکا ذکر فرماتا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (اے نبی) بیشک و شبہ

اللہ ایمانداروں سے خوش ہوا[1] جب وہ درخت[2] کے نیچے تم سے بیعت[3] کر رہے تھے اور اس نے

اثابھم۔ اصل الثوب رجوع الشی الی حالتہ الاولی التی کان علیھا۔ والثواب مایرجع الی الانسان من جزاء اعمالہ۔ والاثابۃ تستعمل فی المحبوب (مفردات) اثابۃ پاداش دادن (کنز) [1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے روز ہم لوگ چودہ سو تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ آج تم ساری دنیا کے لوگوں سے بہتر ہو (ابن کثیر از مسلم) حضرت جابر سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے انمیں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا (ابن کثیر از امام احمد) [2] عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حج کو جاتا تھا کہ میرا گزر ایک قوم پر ہوا جو ایک مقام پر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیسی مسجد ہے لوگوں نے کہا کہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی" پھر میں سعید بن المسیب کے پاس آیا اور میں نے ان سے یہ حال بیان کیا تو سعید نے کہا میرے باپ نے بھی اس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ جب ہم لوگ دوسرے سال قضاء عمرہ کیلئے گئے تو وہ درخت بھول گئے اور ہر چند ہم نے کوشش کی لیکن وہ درخت ہم کو نہیں ملا۔ پھر سعید نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو تو اسکا علم نہیں تھا اور تم اس سے واقف ہو۔ تم تو بڑے جاننے والے ٹھیرے (ابن کثیر از بخاری) اور جو یہ مشہور رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا یہ قول اس صحیح حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ اگر کٹوا دیا جاتا تو حدیث کے یہ لفظ کہ "ہم بھول گئے اور باوجود کوشش اسکا پتہ نہ ملا" صحابہ کبھی نہ کہتے۔ اور اس صحیح حدیث کے بعد کبھی جو

اُس (اخلاص) کو جو ان کے دلوں میں ہی جان لیا پس اُس نے اپنر سکون نازل فرمایا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کٹوانے کی روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے درخت کو کٹوانے کا حکم دیا ہو جس کو لوگوں نے اصلی درخت کے غائب ہونیکے بعد اپنے طور پر تجویز کرکے تبرک بنالیا تھا اس روایت کی کل حقیقت اتنی ہے اور ایک فرقہ ہے کہ ہر بار اس روایت کو پیش کرتا ہے اور اس سے استدلال کرتا ہے کہ آثار و تبرکات کی تعظیم و زیارت ممنوع ہے۔ گناہ ہے بلکہ حرام ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ اس روایت کے مقابلہ میں آیات قرآنی احادیث صحیحہ۔ صحابہؓ ائمہ۔ اولیا۔ علماء اور صالح بزرگوں کے اقوال و اعمال موجود ہیں اور اس استدلال سے ان سب کی تکذیب ہوتی ہے قرآن بول رہا ہے۔ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى اور وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" اور شعائر اللہ کیا ہیں" اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ " حدیثیں کہہ رہی ہیں جو شفا شریف میں ہیں کہ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی کے منبر پہ ہاتھ پھیر کر اپنے منہ پر پھیرا کرتے تھے" حضرت نجذہؓ جب بیٹھے ہوئے اپنے سر کے سامنے کے حصہ کے بال چھوڑتے تھے تو وہ زمین پر گرتے تھے جب کہا جاتا کہ آپ کیوں نہیں منڈواتے ہیں تو آپ فرماتے تھے کہ "میں اس کو کس طرح منڈواؤں ان بالوں کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگا ہے" حضرت خالد بن ولیدؓ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک سے دو بال مل گئے تھے جنھیں انہوں نے اپنی ٹوپی میں رکھ لیا تھا۔ ایک جنگ میں جب انکی ٹوپی گرگئی تو اس کے لینے کے لئے انہوں نے بہت سخت لڑائی کی بعض صحابہ نے ان پر اعتراض کیا کیونکہ بہت سے لوگ مقتول ہوئے تھے آپ نے فرمایا۔ "میں نے اپنی ٹوپی کیلئے ایسا نہیں کیا بلکہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک تھے مجھے خوف تھا کہ اسکی برکت کہیں مجھ سے نہ جاتی رہے اور وہ مشرکین کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے" حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ میں پیدل پھرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پاؤں پڑے ہوں وہاں میرے جانور کے کھر لگیں۔ حضرت احمد بن فضیلؒ جو بڑے

اور انھیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ اور بہت سی غنیمتیں (بھی) جنھیں وہ لے رہے تھے

اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے راضی ہوا اور اس نے انھیں

سکینت و طمانیت دی کہ وہ بھی ہمیشہ خدائے تعالیٰ سے راضی رہیں۔ اور انھیں خیبر میں فتح

و نصرت کے علاوہ غنیمتیں بھی عطا فرمائیں کہ وہ دوسرے شہروں میں اسلام پھیلائیں اگرچہ

اس مال سے قوت ہوتی ہے لیکن ہر حالت میں اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اس کے

کسی فعل کو حکمت سے خالی نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ سب پر غالب اور بڑا حکیم وہی باری تعالیٰ ہے

دوسری غنیمتیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں یا آپ کے بعد قیامت تک حاصل ہونگی۔

اُسے اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ 48

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تیر مارنے والے تھے فرماتے تھے کہ میں اپنی کمان کو اسوقت سے بغیر وضو کئے ہاتھ نہیں لگاتا ہوں جب سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان کو اپنا دست مبارک لگایا ہے۔" روایت ہے کہ جہجاہا الغفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا لیا اور اسکو اپنے گھٹنے پر رکھکر توڑنا چاہا لوگوں نے ایک شور مچایا ساتھ ہی اُسکے گھٹنے میں کیڑے پڑ گئے اور اس کے گھٹنے کو کھا لیا اور وہ سال بھر کے اندر مرگیا۔ سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں ہم لوگ قیلولہ کرتے تھے کہ یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے پکارا۔ لوگو! بیعت کرو بیعت کرو۔ روح القدس کا نزول ہوا ہے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے آپ ایک کیکر درخت کے نیچے رونق افروز تھے ہم لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھکر بیعت کی تو لوگ کہنے لگے ابن عفان کو مبارک ہو کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف بھی کرتے ہیں اور ہم یہاں ہیں رسول اللہ صلعم

21. وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنھیں تم حاصل کروگے پس یہ (غنیمت) تمھیں
جلدی دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور (یہ) اسلئے کہ ایمانداروں کیلئے (قدرت کی)
ایک نشانی ہوجائے اور اللہ تمھیں راہ راست پر چلائے۔ اور دوسرے (فتوحات بھی) ہیں
جن پر تم نے قابو نہیں پایا ہے بیشک وہ اللہ کے احاطۂ (قدرت) میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر
قادر ہے۔ یعنے تمھارے لئے اللہ تعالیٰ نے اور بہت سی فتوحات اور غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔
جو آگے چل کر تمھیں حاصل ہونگی سردست یہ خیبر کی غنیمت تمھیں دلوادی اور صلح حدیبیہ کے
سبب سے کفار کے ہاتھ تم پر ظلم کرنے سے روک دیئے اور تمھیں نقصان سے محفوظ رکھا کہ یہ واقعات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہوں اور تم لوگ
راہ راست پر چلو۔ اس کے علاوہ اور فتوحات بھی ہیں جن پر ابھی تم نے تو قابو نہیں پایا ہے لیکن وہ
اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت میں ہے جو ہر چیز پر قادر و متصرف ہے اور ان واقعات میں جو نصرت
الٰہی شامل حال تھی وہ اتفاقی نہ تھی بلکہ وہ ربانی اور آسمانی تائید تھی جسطرح ارشاد ہے۔ وَلَوْ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فرمایا اگر وہ سالہا سال بھی وہاں رہتے تو طواف نہ کرتے جبتک کہ میں طواف نہ کروں (ابن کثیر از ابن ابی حاتم)
مغانم۔ مجاہد نے کہا تمام فتح و غنیمت جو قیامت تک حاصل ہو المغنم والغنیمۃ بمعنی و قد غنم بالکسر غنما و غنمۃ تغنیما
ای نفلہ و اغتنمہ (غنمان) غنیمت و مغنم بالفتح مال کہ از حرب کفار حاصل شود (صراح) کف۔ کف۔ باز ایستادن باز ایستانیدن
لازم و متعدی (صراح) ۱۲-

قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ اور اگر کافر تم سے لڑتے تو ضرور وہ

پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر وہ نہ کوئی کارساز پاتے اور نہ کوئی مددگار (یہ) اللہ کا طریقہ (ہے) جو

پہلے سے چلا آرہا ہے اور (اے مخاطب) تو اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیل نہ پائیگا۔ کیونکہ سابق کفار

بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اسیطرح پسپا ہوئے یہی اللہ کی عادت ہے اور عادت الٰہی

خدا ہی بطور معجزہ وغیرہ بدلے تو وہ بدلتی ہے ورنہ نہیں بدلتی چنانچہ یہ بھی معجزہ و خرق عادت ہے

کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت کو کافروں سے بچاتا رہا۔ چنانچہ ایک واقعہ بیان فرماتا ہے

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اور وہی ہے جس نے وسط مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے اور

تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے بعد اس کے کہ اللہ نے تمھیں ان پر فتح دی۔ اور جو کچھ تم

کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے ابھی صلح حدیبیہ ہو ہی رہی تھی کہ کفار جبل تنعیم کی طرف سے

مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کیلئے آئے مسلمانوں نے انھیں گرفتار کر لیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

کے حضور میں پیش کیا آپ نے انھیں رہا فرما دیا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے کہ

کفار بھی نقصان نہ پہونچا سکے اور مسلمان بھی بغیر ہاتھ چلانے کے انپر فتح یاب ہو گئے اور یہ

لے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے روز کفار کے اسی آدمی مسلح ہو کر کوہ تنعیم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر ٹوٹ پڑے کہ غفلت میں قتل کر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی تو وہ گرفتار ہو کر

بھٹو، بخاری، مسلم

25

وہی کفار قریش ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو حج سے روکا ہے جیسطرح ارشاد ہے هُمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ
مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ
لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

وہی ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام (میں جانے) سے روکا۔ اور قربانی کو (بھی) اسکی
جگہ پر پہونچنے سے روک کر (باز رکھا) اور اگر (مکہ میں) کچھ ایماندار مرد اور کچھ ایماندار عورتیں
نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے کہ تم انھیں نادانستہ پامال کر ڈالتے۔ پس تمھیں ان
(کے سبب) سے نقصان پہونچتا تو تمھیں لڑائی کی اجازت دیتے لیکن اجازت نہیں دی تاکہ اللہ جسے
چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر وہ (مکہ والے ایک دوسرے سے) علیحدہ ہو جاتے
تو بیشک ہم اُن میں سے کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ مکہ میں بہت سے مرد اور عورتیں
مسلمان ہو چکے تھے لیکن کافروں کے ڈر سے چھپے ہوئے تھے تو اب اگر لڑائی ہوتی تو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ پھر آپ نے انھیں معاف فرمادیا اور یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر از
امام احمد و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی) ۱۲ ——— [1] ھدے۔ الھدی ما یھدی الی الحرم
من النعم (مختار) معکوفا۔ العکوف الاقبال علی الشئ والھدی معکوفا ای محبوسا ممنوعا (مفردات) عکفہ۔
حبسہ ووقفہ (مختار) عکف۔ باز داشتن (کنز)۔ معرۃ۔ قیل للمضرۃ معرۃ تشبیھا بالعر الذی ھو الجرب
(مفردات) والمعرۃ۔ الاذی والغرم والدیۃ (قاموس) تزیلوا۔ زیلہ فتزیل ای فرقہ فتفرق (مختار)
زیال۔ جدا شدن (کنز) [1] جلالین۔ [2] بیضاوی۔ [3] جواب لولا محذوف (جلالین) [4] بیضاوی ۱۲

کافروں کے ساتھ وہ بھی پس جاتے کیونکہ مسلمان خود انھیں پہچان نہیں سکتے تھے۔ اور ان کے قتل سے خواہ مخواہ مسلمان نقصان اٹھاتے یعنے دیت دینی پڑتی اور مسلمانوں کی تعداد بھی گھٹ جاتی۔ یہی سبب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر لڑنے کی اجازت نہیں دی اور صلح کرادی کہ اس عرصہ میں اور لوگ بھی داخل رحمتِ اسلام ہو جائیں۔ اور اگر کفار و مسلمان علیحدہ علیحدہ رہتے تو پھر کافروں کو اچھی طرح سزا دیجاتی اور جب کافروں نے اپنی جاہلیت سے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا بوقت صلح اپنے من مانے شرائط پیش کئے اور تحریر صلحنامہ کے وقت بھی اپنی جہالت دکھائی جس سے خواہ مخواہ مسلمانوں میں برہمی پیدا ہوتی اور قتل و خون کی نوبت آتی تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ کے مسلمانوں کے دلوں میں صبر و سکون دیکر انھیں مطمئن فرمادیا جسطرح ارشاد ہے

48

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ

الحمیة۔ الحمیة العار والانفة (مختار) حمیت غیرت و ننگ (منتخب) حمیة الجاہلیت یہ تھی کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور رسول اللہ لکھنے سے انکار کیا (ابن کثیر) کلمة التقویٰ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کلمة التقویٰ یعنی لا الٰہ الا اللہ اور حضرت علی۔ عمر و ابن عباس مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ مجاہدؒ نے کہا "اخلاص" عطاءؒ بن ابی رباحؒ نے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر (ابن کثیر) زہریؒ نے کہا کہ یہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس سے مشرکوں نے حدیبیہ کے روز انکار و تکبر کیا۔ (ابن جریر) ۱۲

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۟ ع ۳ ۹ ۱۱

جب کافروں نے اپنے دلوں میں پچ اور (زمانہ) جاہلیت کی پچ پیدا کرلی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمانداروں پر اپنا سکون نازل فرمایا اور انھیں پرہیزگاری کی بات پر ثابت رکھا اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور اس کے سزاوار تھے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

ہوا یہ تھا کہ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں بے خوف وخطر داخل ہوئے اور طواف کیا۔ کوئی سر منڈوا رہا ہے اور کوئی بال کترا رہا ہے۔ چونکہ نبی کا خواب غلط نہیں ہوتا آپ نے صحابہ کو بشارت دی۔ پھر جب آپ طوافِ کعبہ کو روانہ ہوئے تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھ لیا کہ اسی سفر میں اس خواب کی تعبیر ملے گی۔ جب یہاں صلح کی ٹھیری تو صحابہ غمگین ہو گئے کیونکہ بظاہر مشرکین کا غلبہ معلوم ہوتا تھا حالانکہ اس صلح میں جو جو مصلحتیں تھیں اسکا علم اللہ و رسول ہی کو تھا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا تھا وہ بالکل سچا تھا چنانچہ آپ کے خواب کی تصویر اس آیت میں کھینچکر اس کی تصدیق فرماتا ہے لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ

مُحَلِّقِیْنَ ۔ حلق۔ موئے سر تراشیدن (کنز) مُقَصِّرِیْنَ قصر۔ کوتاہ کردن (کنز) اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ رحم کرے سر منڈانے والوں پر" عرض کیا گیا "اور کترانے والوں کیلئے؟" فرمایا "اللہ رحم کرے

رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۝

بیشک وبشبہ اللہ نے اپنے رسول کو واقعی سچا خواب دکھایا۔ انشاء اللہ[1] تم ضرور بالضرور امن کیسا

مسجد حرام میں داخل ہو گے اپنے سر منڈوائے ہوئے اور (بال) کتروائے ہوئے بلا خوف پس

وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے تو اس نے اس سے پہلے ایک قریب کی فتح عنایت کی

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ضرور پورا ہو گا لیکن بالفعل جو تمھیں یہ بات حاصل نہیں ہوی اسکی حکمت حکیم مطلق ہی کو معلوم ہے تم لوگ اُن باتوں کو نہیں سمجھتے سر دست تمھیں یہ فتح[2] عنایت کی اور بغیر جنگ و جدل صلح کرا دی جس سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی اور اس صلح میں جو شرائط طے ہوئے ہیں اس سے تم لوگ دل شکستہ نہو اس سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہونچیگا بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے

قصۂ صلح حدیبیہ۔ رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ذیقعدہ ۶ھ میں تیرہ سو[4] سے زائد

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سر منڈانے والوں پر" پھر وہی عرض کیا گیا اور آپ نے پھر وہی فرمایا پھر تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں فرمایا اور کتروانے والوں پر" (ابن کثیر) ۱۲

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان کرتے وقت انشاء اللہ فرمایا تھا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بھی وہی نازل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام رسول کلام حق ہے بعض مفسرین نے کہا کہ انشاء اللہ یہاں تحقیق کے لئے آیا ہے۔ رازی نے لکھا کہ خواب کی پوری تعبیر فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع میں واقع ہوی۔ ابن کثیر ابو السعود وغیرہ نے لکھا کہ اسکی تعبیر دوسرے سال عمرہ ادا کرتے وقت ظاہر ہوی [2] بعض مفسرین نے کہا اس سے مراد فتح خیبر ہے۔ [3] اس تمام قصہ کو امام احمدؒ۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے (درمنثور)

[4] روایتیں ایک ہزار سے پندرہ سو تک کی ہیں۔ اس اختلاف کی تطبیق اس طرح کیجاتی ہے کہ آپ کے ساتھ اصحاب ایک ہزار تھے۔ اور پھر آ آ کر ملتے گئے اور ان کی تعداد پندرہ سو تک پہونچ گئی۔ ۱۲

اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ پر پہونچے تو قربانیوں کے جانوروں کو قلاوہ ڈالا۔ اور اشعار (اونٹوں کے کوہان میں شگاف) کیا جو قربانی کی علامت تھی۔ اور اس مقام سے عمرہ کا احرام باندھا۔ قوم خزاعہ میں سے ایک شخص کو بطور جاسوس روانہ فرمایا۔ اور خود معہ لشکر روانہ ہوئے جب غدیر اشقاط پر پہونچے تو وہاں آپ کا جاسوس واپس ملا۔ اس نے بیان کیا کہ قریش نے بہت سے لشکر جمع کئے ہیں۔ وہ لوگ آپ سے لڑیں گے۔ اور آپ کو مکہ میں جانے اور عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب فرمایا اور رائے طلب کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اللہ و رسولؐ کو سب معلوم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں کسی سے لڑنے جھگڑنے کے قصد سے تو نہیں نکلے۔ بس آپ بیت اللہ کی جانب چلیں وہاں جو ہمیں روکے ہم اس سے لڑینگے۔ وہاں سے قافلہ روانہ ہوا۔ چلتے چلتے ایک مقام پر پہونچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ دیکھو خالد بن ولید قریش کے سواروں کو لئے ہوئے انکا طلیعہ[1] ہے۔ تم لوگ اس طرف نہ جاؤ بلکہ دائیں جانب چلو۔ خالد بن ولید کو ذرا بھی خبر نہ ہوئی اور آپ اس لشکر کے قریب پہونچ گئے۔ اب خالد کو اطلاع ہوئی۔ اور وہ اپنے

---

[1] طلیعہ وہ جماعت جو دشمن کی چڑھائی کی خبر رکھنے کے لئے مثل جاسوس کے پھرتی ہے اسکی جمع طلائع ہے (نہایہ) ۱۲۔

سواروں کو لیکر سرپٹ قریش کے ہاں پہونچا اور کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ اس جانب سے آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے جاتے تھے۔ جب اُس موڑ پر پہونچے جہاں سے مکہ کو اترتے ہیں۔ تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے اس کے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ اوٹھی لوگوں نے کہا ناقہ قصوے تھک گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات نہیں ہے نہ اسکی یہ عادت ہے بلکہ حَبَسَہَا حَابِسُ الْفِیْلِ یعنی جس نے ہاتھیوں کو حرم سے روکا تھا اُسی نے اسکو بھی روکا ہے۔ پھر آپنے فرمایا واللہ آج قریش اللہ تعالیٰ کی چیزوں کی تعظیم کے متعلق جو چاہیں گے میں قبول کرونگا۔ پھر آپ کی اونٹنی اٹھی اور آپ حدیبیہ[1] کے کنارے ایک چشمہ پر اترے جسمیں بہت تھوڑا پانی تھا جو تھوڑی دیر میں ختم ہو گیا۔ آپسے عرض کیا گیا کہ لوگ پیاسے ہیں۔ آپنے اپنے ترکش سے ایک تیر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ تیر اسمیں گاڑ دو۔ ویسا ہی کیا گیا۔ اسمیں سے اس قدر پانی نکلا کہ سارا لشکر سیراب[2] ہو گیا۔ اسی اثنا میں بُدَیل بن ورقا اپنی قوم خزاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ آیا اور کہا کہ قریش دوسرے

---

[1] حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے کہتے ہیں کہ اسکا اکثر حصہ داخل حرم ہے۔ یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعین و معلوم تھا۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں وہ نامعلوم سا ہو گیا۔ اور لوگ اسکی زیارت سے محروم ہو گئے (مدارج النبوۃ) حدیبیہ تخفیف یا اور اس کی تشدید سے بھی ایک باؤلی ہے اس کے سبب سے مکان کا نام رکھا گیا۔

[2] پانی کے متعلق بخاری میں ایک اور معجزہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے آپ کے کاسہ کے اور کہیں پانی نہیں ہے آپ نے اس پیالہ کو طلب فرمایا اور اس میں اپنی انگلیاں رکھدیں اور ساتھ ہی پانی کو جوش ہوا اور اسقدر پانی بہا کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے۔ راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ کتنے تھے انہوں نے فرمایا ہم پندرہ سو آدمی تھے اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو پانی کفایت کرتا۔ ۱۲

قبیلوں سمیت اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ آپ کو مکہ میں نہ داخل ہونے دیں اور اگر آپ نہ رکیں تو آپ سے لڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں ہم تو ادائے عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ اور یہ خوب معلوم ہے کہ لڑائیوں کی وجہ سے قریش کمزور و ضعیف ہو گئے ہیں۔ اب اگر وہ لوگ چاہیں تو میں ان سے ایک مدت کیلئے صلح کر لوں اور وہ مجھے باقی مشرکین سے لڑنے دیں۔ اگر میں مغلوب ہو جاؤں تو انکا مطلب حاصل ہو گیا اور اگر میں غالب رہوں تو اگر انکی مرضی ہو تو مثل دوسروں کے وہ بھی میری متابعت کریں۔ ورنہ حسب مصالحت مدت مقررہ تک آرام لیں۔ اور اگر قریش میری ان باتوں سے انکار کریں تو قسم ہے اس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے لڑونگا یا تو میری گردن جدا ہو جائیگی یا اللہ تعالیٰ اوس کام کو پورا کردیگا اور اپنے دین کو فتح دیگا۔" بدیل نے عرض کیا کہ "میں آپکا یہ پیغام بہت جلد انھیں پہنچاتا ہوں" اور مجلس شریف سے اٹھکر قریش کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہونچکر ان لوگوں سے کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو باتیں سنی ہیں اگر تم اجازت دو تو میں تم سے کہوں قریش کے بیوقوف جیسے عکرمہ بن ابی جہل و حکم بن العاص وغیرہ کہنے لگے کہ ہمیں اسکی بات سننے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بعض سمجھداروں نے کہا کہ کہو کیا سنکر آئے ہو بدیل نے جو کچھ سنا تھا ان لوگوں سے بیان کیا اور کہا اے گروہ قریش تم ان سے جنگ کرنے میں

جلدی کرتے ہو۔ وہ تو زیارتِ کعبہ کیلئے آئے ہیں تم سے لڑنیکا ارادہ نہیں ہے حسب دستور تمھیں جنگ سے باز رہنا چاہئیے۔" قریش نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور گمان کیا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سازش کرلی ہے کیونکہ قبیلۂ خزاعہ ہمیشہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفداروں میں تھا۔ اسی اثنا میں عروہ بن مسعود ثقفی اٹھا اور کہا "اے معشر قریش! میں تمھارے فرزند کی طرح ہوں اور تمھیں اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں" انھوں نے کہا بیشک یہی بات ہے۔ کہا کیا "تم میری نسبت خیانت یا عداوت کا خیال کرتے ہو" انھوں نے کہا "نہیں" غرض اور مختصر سی گفتگو کے بعد عروہ نے کہا "جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے کہتے ہیں وہ نہایت عمدہ بات ہے تمھیں قبول کرلینا چاہئیے۔ اور اگر تم اجازت دو تو میں وہاں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔" ان لوگوں نے اجازت دی۔ عروہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپنے اس سے بھی وہی فرمایا جو بدیل سے ارشاد کیا تھا۔ عروہ نے کہا "مجھے بتلائیے تو کہ اگر آپ اپنی قوم کو ہلاک کردیں گے تو کیا حاصل ہوگا اہل عرب میں سے تو کسی شخص نے بھی آپ سے پہلے ایسا نہیں کیا۔ اور اگر آپ مغلوب ہوگئے تو ظاہر ہے کہ کیا حال ہوگا کیونکہ جو لوگ اب آپ کیساتھ ہیں اور آپ کو گھیرے ہوئے ہیں اپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے یہ سن کر غضبناک ہوگئے اسکو اور اس کے بتوں کو بہت برا بھلا کہا۔ اور فرمایا کیا ہم انھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا گیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2003

اُس نے کہا خدا کی قسم اگر تمھارا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جسکا بدلہ میں نے ابھی نہیں کیا ہے تو میں تمھیں جواب دیتا۔ پھر عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگا ہر بار جب کچھ کہتا تو آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ مغیرہ بن شعبہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مستعد کھڑے تھے جب وہ ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا تو اپنی تلوار کے قبضہ سے اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ "ادب کرا اور اپنے نجس ہاتھ کو ریش مبارک سے الگ رکھ"۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عروہ کے چچیرے بھائی تھے۔ پھر عروہ بن مسعود نے اِدھر اُدھر اصحاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا شروع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں جا پڑتا ہے۔ لوگ اسکو زمین پر گرنے نہیں دیتے ہیں اور جسکے ہاتھ پڑتا ہے وہ (عطر کی طرح) اسکو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا ہے جب آپ کسی کام کیلئے فرماتے ہیں تو لوگ اسکو پورا کرنے کیلئے ایک پر ایک گرتے ہیں اور جب آپ وضو فرماتے ہیں تو بچے ہوئے پانی کے لئے لوگ قتال کرتے ہیں۔ اور جب آپ کچھ فرماتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں اور بلحاظ تعظیم کے آپ کے چہرہ پر کوئی نظر نہیں ڈالتا۔ غرض صحابہ کے آداب دیکھکر عروہ حیران رہ گیا اور یہاں سے واپس ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ کہنے لگا لوگو میں نے بڑی بڑی صحبتیں اٹھائی ہیں۔ کسریٰ۔ قیصر اور نجاشی کے ہاں ایلچی بنکر گیا ہوں لیکن کہیں بھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اسطرح تعظیم کیجاتی ہو جسطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم

اُن کے اصحاب کرتے ہیں اگر وہ تھوکتے ہیں تو اسکو (عطر کی طرح) مل لیتے ہیں جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو فوراً اسکی تعمیل کیجاتی ہے۔ جب وضو کرتے ہیں تو اس پانی کے لئے اسطرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ گویا لڑمریں گے جب وہ کچھ کہتے ہیں تو سب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں اور کوئی اُن کے چہرہ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا۔ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو صلاح کی بات پیش کی ہے تم اس کو قبول کر لو۔ قریش نے کہا ہم نہیں مانتے اِس سال تو وہ لَوٹ جائیں۔ اسی اثنا میں ایک اور شخص بنی کنانہ کا اٹھا اور کہا کہ اجازت دو تو میں جاتا ہوں اسکو اجازت دیگئی اور وہ لشکر گاہِ اسلام کے قریب آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اُس قوم کا ہے جو قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ تم لوگ قربانی کے اونٹوں کو اُس کے سامنے لاؤ۔" اصحاب لبیک کہتے ہوئے اُس کے استقبال کو آئے۔ جب اُس نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ "ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ کے طواف سے روکا جائے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کئے بغیر وہ واپس ہو گیا۔ اور قریش سے کہنے لگا کہ وہ لوگ اونٹوں کو اشعار و تقلید کر چکے ہیں اور بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ ہے میں انکا روکنا خلافِ مصلحت سمجھتا ہوں"۔ پھر ایک شخص مکرز بن حفص اٹھا اور اجازت لے کر

---

[1] اور اگر انکی داڑھی سے یا سر سے کوئی بال گرتا ہے تو اسکو تبرک کے طور پر اٹھا لیتے اور نہایت تعظیم سے اسکی حفاظت کرتے ہیں (مدارج النبوۃ) [2] اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک صحابی خواش بن امیہ کعبی خزاعی روانہ کئے گئے کافروں نے انکی مخالفت کی اور وہ واپس ہو گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھیجے گئے کہ جا کر کافروں کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مکرز فاجر شخص ہے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ سہیل بن عمرو آگیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو دیکھا تو فرمایا قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ۔ سہیل نے صلح کی گفتگو شروع کی اور کہا کہ آپ میں ہم میں ایک تحریری معاہدہ ہو جائے کاتب کی یاد ہوی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو" سہیل نے کہا "رحمٰن" کیا بات ہے میں نہیں جانتا "بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھو" سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اسطرح لکھا گیا۔ پھر فرمایا هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ سہیل نے کہا "اگر ہم آپ کو رسول اللہ سمجھتے تو نہ آپ کو خانہ کعبہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے محمد بن عبد اللہ لکھئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "واللہ بے شک و شبہ میں اللہ کا رسول ہوں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مسلمانوں کے اصلی ارادہ سے آگاہ کریں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب حکم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمقام مدح مشرکوں کو آپ کا پیغام پہونچایا تو کفار نے جاہلانہ گفتگو کی لیکن ابان بن سعید نے حضرت عثمان رضی کی تعظیم کی اور آپ کو لیکر مکہ میں داخل ہوا ذو النورین نے ابو سفیان وغیرہ قریش مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کہا لیکن ان کو بھی قوم کا ہم خیال پایا تو واپس ہونے لگے۔ لوگوں نے طواف کعبہ کیلئے آپ کو کہا۔ آپ نے فرمایا جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں میں طواف نہیں کرتا ع فردوس چہ کار آید اگر یار نہ باشد۔ اس بات سے مشرکین غضب ناک ہوئے اور آپ کو واپسی سے روکدیا اور آپ کے قتل کی خبر بھی اڑادی گئی اسکی اطلاع ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی بوقت بیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یاد کیا اور اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "یا اللہ عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہے میں اسکی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ یہ عثمان کا ہاتھ ہے" اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ سلہ کاتب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جب سہیل نے لفظ رسول اللہ پر بحث کی اور آنحضرت

اور اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو اچھا محمد بن عبد اللہ ہی لکھو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طواف کرنے دو۔ سہیل نے کہا کہ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ آپ آئندہ سال آئیں۔ یہ بھی لکھا گیا۔ پھر سہیل نے کہا کہ دوران صلح میں اگر کوئی مسلمان ہم سے آملے تو ہم اسکو واپس نہیں دینگے اور اگر ہمارا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی ہو آپ کی طرف چلا آئے تو وہ ہمیں واپس دیا جائے مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کو مشرکوں کے حوالہ کردیں[1] اس اثناء میں ابو جندل بن سہیل بیڑی ہتکڑی پہنے آگئے سہیل نے کہا یہ پہلی شرط ہے اسکو مجھے واپس دیجئے۔ آپنے فرمایا ابھی تو کتابت بھی پوری نہیں ہوئی۔ اس نے کہا اگر ایسا ہے تو آپ سے عمر بھر صلح نہیں کرتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ایک کو میری خاطر سے چھوڑ دے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ "اس لفظ کو میٹ کر بن عبد اللہ لکھو" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عذر کیا اور کہا کہ میں کبھی وصف رسالت کو نہیں مٹاتا۔ کاغذ زمین پر رکھدیا اور ہاتھ تلوار کے قبضہ پر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کاغذ لیلیا اور لفظ رسول اللہ کو میٹ کر خود "بن عبد اللہ" تحریر فرمایا۔ بطور معجزہ ایسا کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں بعضے کہتے ہیں کہ انکا مطلب یہ ہی کہ لکھنے کا حکم فرمایا جسطرح كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ اور كَتَبَ اِلٰى كِسْرٰى وارد ہوا ہے۔

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس طرح ہو سکے گا" تو آپ نے تبسم کیا اور فرمایا "اے عمر! اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے اور ہم اسے واپس کردیں تو اللہ تعالی اسے اور نور ایمان و ایقان عطا فرمائے گا اور جو ہم سے روگردان ہو کر مشرکوں سے جاملے گا وہ ہمارے کس کام کا ہے اس کا جانا ہی اچھا ہے" (مدارج النبوت) ۱۲

اس نے انکار کیا۔ آپ نے حوالہ کر دیا۔ ابوجندل نے کہا مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں تم
مجھے مشرکوں کے حوالہ کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ کافروں کے ہاتھ سے مجھے کیا کیا تکلیفیں پہنچیں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز مجھے ایسا خطرہ آیا جو مسلمان ہونے کے
دن سے اُس وقت تک کبھی نہیں آیا تھا۔ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا
اور عرض کیا۔ "کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں" فرمایا "بیشک ہوں" میں نے عرض کیا "پھر کیوں
ہم یہ ذلت و تحقیر اٹھائیں اور اس طرح صلح کر کے واپس ہو جائیں" آپ نے فرمایا۔
"اے ابن خطاب! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور بغیر اس کے حکم کے کچھ نہیں کرتا۔
وہی میرا ناصر و مددگار ہے وہ مجھے خراب نہیں کریگا" میں نے عرض کیا "یا رسول صلی اللہ
علیہ وسلم آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کا طواف کریں گے"
آپ نے فرمایا "بیشک میں نے کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔ ای عمر!
تم آزردہ نہ ہو تم ضرور مکہ میں جاؤ گے اور یقیناً طواف کرو گے" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ
وہاں سے اٹھکر میں ابوبکر صدیق کے پاس گیا اور اُن سے بھی وہی کہا اونھوں نے
بھی وہی جواب دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور فرمایا "وہ اللہ کے رسول ہیں
اللہ انھیں خراب نہیں کرتا وہی انکا مددگار ہے تم اُن کے قدم پکڑے رہو اور مر جاؤ واللہ وہ
حق پر ہیں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی اسی حرکت کے کفارہ میں میں نے

بہت سے نیک اعمال کئے جب صلح نامہ کی تحریر ختم ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا "ہدی کے اونٹوں کو ذبح کرو۔ اپنے سر منڈواؤ اور احرام کھولو" چونکہ وہ لوگ متوحش وملول تھے اس لئے ان میں سے ایک بھی نہ اٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آزردہ خاطر بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لیگئے اور صحابہ کے توقف کا حال بیان فرمایا۔ ام المومنین نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپکی یہی خواہش ہے" آپنے فرمایا "ہاں" بی بی نے فرمایا "اگر حضور کا یہی ارادہ ہے کہ اصحاب قربانی کریں اور سر منڈائیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح فرما دیجیے۔ اور سر مبارک کے بال کٹوا دیجیے جب وہ لوگ یہ دیکھیں گے تو پھر انھیں سوائے آپ کی اتباع کے کوئی چارہ نہ ہوگا اور سب کے سب وہی کریں گے جو آپ نے کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور سر مبارک کے بال منڈوا دیے صحابہ نے بھی اپنے سر منڈانے شروع کئے لیکن غم واندوہ کے سبب سے انکی حالت سے خوف ہوتا تھا کہ کہیں وہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرلیں۔ پھر آپ وہاں سے مدینہ کو واپس ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس ہو گئے ابو بصیر مسلمان ہو کر مکہ سے آپ کے پاس آئے کافروں نے ان کیلئے دو شخصوں کو بھیجا۔ اور اطلاع دی کہ جو عہد کیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے آپ نے ابو بصیر کو واپس فرما دیا وہ لوگ ابو بصیر کو لیکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو وہاں ٹھہر کر

ساتھ کا توشہ سب ملکر کھانے لگے ابو بصیرؓ نے انھیں سے ایک شخص سے کہا کہ "یہ تمھاری تلوار تو
بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ اس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور کہا "بیشک یہ ویسی ہی ہے جیسی
تم کہتے ہو میں نے بارہا اسکو آزمایا ہے" ابو بصیرؓ نے کہا "ذرا مجھے تو دیکھنے دو"۔ اس نے وہ
تلوار دی۔ ابو بصیرؓ نے ایک وار ایسا کیا کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا بھاگ کھڑا ہوا۔ اور مدینہ میں
آکر دم لیا پھر مسجد شریف میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص گھبرایا ہوا
اور بدحواس ہے اس شخص نے نزدیک آکر عرض کیا کہ "میرا دوست قتل کر دیا گیا اور میں بھی
اب قتل ہونے کو ہوں"۔ اتنے میں ابو بصیرؓ آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور مجھے واپس اُن کے حوالہ فرما دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے
نجات دی ہے" سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو بصیر خوب لڑنے والا ہے بشرطیکہ اس کے
ساتھ کوئی ہو" جب انھوں نے یہ بات سنی سمجھ گئے کہ حضرت مجھے پھر واپس فرما دیں گے۔ وہاں سے
نکلے اور دریا کے کنارہ آکر ٹھہر گئے۔ پھر ابو جندل بھی ان سے آکر مل گئے۔ پھر تو یہ حالت
ہوئی کہ جو مسلمان قریش کے ہاں سے نکلتا ابو بصیر سے آملتا۔ بالآخر مسلمانوں کی ایک
اچھی جماعت ہو گئی۔ کافروں کا جو قافلہ شام کی طرف جاتا یہ اُن کا راستہ روک دیتے انھیں
قتل کرتے اور اُن کا مال لے لیتے۔ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں
پیام بھیجا اور خدائے رحیم کی قسم دی کہ ان لوگوں کو آپ اپنے ہاں بلوالیں اور آیندہ جو شخص

ہمارے ہاں کا آپ کے ہاں چلا جائے وہ امن میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلوالیا[1] چونکہ آنحضرتؐ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کا خواب بھی سچا ہوگا اور آپ کو تمام ادیان پر غلبہ ہوگا جسطرح ارشاد ہے هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؁ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کیسا بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور اللہ کافی گواہ ہے۔ اس آیت میں اوپر کی آیت کی تاکید ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کرکے بھیجا ہے تو پھر آپ کا خواب کیسے سچا نہ ہوگا اور جب آپ نبی برحق اور دوسرے دینوں پر غلبہ پانے کے لئے ہیں تو پھر بھلا فتح کیوں نہ ہوگی؟ اور مسلمانوں کو تسکین ہے کہ صلح نامہ میں رسول اللہ لکھنے سے اگر کافروں نے انکار کیا تو رنج کی کیا بات ہے؟ اللہ تو شاہد ہے۔ پھر خود ہی اسم مبارک صفتِ رسالت کے ساتھ فرماتا ہے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کے فضائل انکی شجاعت اخلاق۔ ایمان و تقوے کا ذکر فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؕ

[1] آپ نے ایک خط بھی ابو بصیر کو لکھا کہ اپنی جماعت سمیت آجاؤ نامہ فیض شمامہ ایسے وقت میں وہاں پہونچا جبکہ ابو بصیرؓ حالتِ نزع میں تھے خط کو انھوں نے لیا اپنے سر پر رکھا اپنی آنکھوں سے لگایا اور جان بحق تسلیم ہوئے رضی اللہ عنہ وعن جمیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو جندل نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور ان کی قبر پاس ایک مسجد بنادی۔ پھر اور مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے (مدارج النبوۃ) ۱۲

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ

كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ

بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں بڑے سخت (اور)

باہم مہربان ہیں (اے مخاطب) تو انھیں دیکھتا ہے کہ رکوع کر رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں

اللہ کا فضل اور خوشنودی طلب کر رہے ہیں انکی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے

نشان ہیں۔ یہ انکی صفت تورات میں ہے۔ اور انکی صفت انجیل میں۔ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی

سوئی نکالی پھر اسے قوی کیا تو وہ موٹی ہوگئی پھر وہ اپنی نال پر برابر (کھڑی) ہوگئی کسانوں کو خوش

سیماهم ۔ السیماء والسیمیاء العلامة (مفردات)۔ نشانہ (کنز) نفحات میں مذکور ہے کہ جب روحیں قربانی کی برکت سے صاف ہوگئیں تو معرفت کے نور چہروں پر ظاہر ہوجاتے ہیں یعنے حق کی طرف توجہ کرنے سے ان کے چہروں پر نور ظاہر ہوجاتا ہے۔ دیکھو جب ظاہری آفتاب کی طرف منہ کرنے سے اس کا نور چہرہ پر چمک اٹھتا ہے حالانکہ وہ نور عارضی اور زوال پذیر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کیطرف جو نور آسمان و زمین ہے کوئی متوجہ ہو تو کیوں اسکا چہرہ منور و درخشاں نہوگا؟ ذالك ۔ یہ اسم اشارہ تعریف مذکورہ (اشداء سے السجود تک) کیطرف ہے اس حالت میں کزرع خبر ہے مبتدائے مقدر مثلهم ہے یا اشارہ مبہمہ ہے جسکی تفسیر کزرع ہے (خفاجی) شطاه ۔ شطء الزرع فروخ الزرع وهو ما خرج منه (مفردات) شطا بالفتح نوشر و برگ کشت و نہال کشت (منتخب) ازره ۔ ازره اعانه قواه (مفردات) معازرة ۔ یاری کردن قوت دادن (کنز) فاستغلظ ۔ الغلظة ضد الرقة واصله ان يستعمل في الاجسام لكن قد يستعار للمعاني كالكبير والكثير ۔ واستغلظ تهيأ لذلك وقد يقال اذا غلظ قال تعالى فاستغلظ (مفردات) استغلاظ غلیظ شدن (صراح) غلیظہ موٹا گاڑھا سخت (نصیر اللغات) فاستوى ۔ استوى يقال لاعتدال الشيء في ذاته (مفردات) استوا ۔ راست شدن و بکمال رسیدہ شدن (کنز) سوق قيل هو جمع ساق (مفردات) ساق الشجرة جذعها (قاموس) ساق تنہ درخت (صراح)

کرنے لگی۔ تاکہ ان (مسلمانوں کی کثرت اور ترقی) سے غصہ دلائے کافروں کو اور اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ نے معافی اور بڑے اجر کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اس آیت کریمہ کا پہلا جزو وہی جملہ ہے جس کو سہیل نے صلح نامہ سے مٹوا کر اسکی بجائے محمدؐ بن عبداللہ لکھوایا تھا اور جس کے متعلق حضرت سیدنا علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا تھا کہ میں کبھی وصف رسالت کو نہیں مٹاتا اور کاغذ زمین پر رکھکر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔

اسی رکوع میں اوپر بھی دو مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق رسالت ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ "لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا" اَلْاٰيَة۔ "هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ" اَلْاٰيَة۔

یہ تیسری تصدیق ہے جس کا ایک مقصد مسلمانوں کی دل جوئی اور تسکین ہے کہ خدا جس بات کی تصدیق فرما رہا ہے۔ کافر اگر اس کی تکذیب یا انکار کریں تو یہ اُن کی جہالت اور بدقسمتی ہے جس کا نتیجہ خود اُن ہی کی تباہی ہوگا۔ اس سے مسلمانوں کو دل گیر نہ ہونا چاہئے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد کے معنی سراہا ہوا تعریف کیا ہوا۔ تمام انبیائے کرام اور ساری کائنات میں حق تعالیٰ نے سب سے زیادہ جس کی تعریف فرمائی ہے وہ محمدؐ ہیں

اور تمام انبیاء میں جس نے سب سے زیادہ حق تعالیٰ کی حمد کی ہے وہ احمدؐ ہے اِسی لئے بعض عارفین نے کہا ہے کہ حضور اکرمؐ کا اسم مبارک زمین والوں میں محمدؐ ہے اور آسمان والوں میں محمودؐ ہے اور انبیائے کرام حضور کو احمدؐ کہتے ہیں۔ فِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ وَفِی السَّمَاءِ مَحْمُوْدٌ وَفِی الْاَنْبِیَاءِ اَحْمَد اور حضورؐ کی امت کا نام حمادون ہے اور حضور اکرم کے دست مبارک میں جو لواءِ یوم حشر ہوگا اس کا نام لواءِ حمد ہے۔

از روئے لغت محمدؐ کے معنیٰ ہیں الذی کثرت خصاله المحمودة[1] یعنی محمدؐ وہ ہے جس میں بہت ساری قابل ستائش خصلتیں ہوں۔

راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ محمدؐ ههنا وان کان من وجه اسماله وعلماً ففیه اشارة الی وصفه بذالك وتخصیصه معنیٰ یعنی اس جگہ اگرچہ لفظ محمدؐ آپ کا اسم مبارک اور علم واقع ہوا ہے۔ مگر اس میں آپ کے وصف اور معنیٰ کی تخصیص کی طرف بھی اشارہ ہے۔ از روئے لغت بھی محمد کا مادہ حمد ہے اور حمد کے معنیٰ علامہ تفتازانی مطول میں یہ لکھتے ہیں کہ الحمد هو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری یعنی اختیاری خوبی کی زبانی تعریف کو حمد کہتے ہیں۔ خوبیاں دو قسم کی ہوسکتی ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ اور یہ دونوں قسم کی خوبیاں جس طرح سرکار دوعالم

[1] محیط المحیط

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں جمع تھیں اُن کی تصویر حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت انصاری نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی[1] واجمل منک لم تلد النساءُ

خلقت مبرأً من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاءُ

محمد رسول اللہ | یہ مبتدا اور خبر تمام اوصاف کے جامع ہیں یعنی اُسی ذات ستودہ صفات کو جو ظاہری اور باطنی تمام خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ خَلقی اور کمالِ خُلقی کے علاوہ کمالِ روحانیت کے بھی انتہائی مرتبہ پر فائز ہیں اور اب تمام ادیان و ملل اور سابقہ شریعتیں منسوخ کر دی گئیں اور خدا تک پہنچنے کے دیگر دروازے بند کر دیے گئے۔ اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی آپ ہی کی پیروی کرنی پڑتی اور حضرت عیسیٰؑ بھی آپ ہی کی اتباع کریں گے لہٰذا ہر وہ شخص جس کے دل میں خدا کی محبت ہے اور جو سچے دل سے خدا کا طالب اور نجات کا متلاشی ہے اُس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کرے کیونکہ صراطِ مستقیم یہی اور صرف یہی ایک ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

[1] میری آنکھ نے آپ سے بہتر شخص نہیں دیکھا۔ اور عورتوں نے آپ سے زیادہ خوبصورت بچہ نہیں جنا آپ ہر عیب سے اس طرح مبرا پیدا ہوئے ہیں۔ گویا آپ اپنی مرضی کے موافق پیدا ہوئے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اس کے بعد صحابۂ کرامؓ کے اخلاق واوصاف کا بیان ہے جس کی تفسیر میں علامہ بغوی نے لکھا ہے کہ غلاظ علیھم کالاسد علی فریستہ لاتأخذ فیھم رافۃ یعنی صحابۂ کرامؓ کافروں پر ایسے سخت تھے جیسے شیر اپنے شکار پر ہوتا ہے۔ مسلمان کی اصل دشمنی کفر کے ساتھ ہے نہ کہ کفار کیساتھ جس طرح ڈاکٹر کی دشمنی کاربنکل کے ساتھ ہے نہ کہ اس مریض کے ساتھ جس کو کاربنکل ہوا ہو۔ ڈاکٹر اس پھوڑے کا جو اپریشن کرتا ہے اس کا مقصد مریض کی صحت ہے نہ کہ اس کی ہلاکت۔ اسی طرح جب تک کہ کفر کافر سے متعلق رہے گا مسلمان کی شدت باقی رہے گی۔ اور جس وقت ازالۂ کفر ہو جائے اور بندہ اپنے معبود حقیقی کے قدموں پر گرے تو پھر وہ اس پر شفیق تر ہو جائے گا۔ مسلمان کو کسی سے عداوت ذاتی نہیں ہوتی بلکہ وہ سارے عالم پر شفیق و مہربان ہوتا ہے کیونکہ عبد مومن در اصل عبد رحمٰن ہے اور رحمۃ للعالمین کا وابستۂ دامن۔

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی تفسیر میں علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے کہ ان میں باہمی رحم و محبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھتا تو اس سے مصافحہ و معانقہ کرتا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے یہ

خبر دی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ صحابۂ کرامؓ کی تعریف فرماتا ہے کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل یعنی مہربان ہیں۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے کہ فسوف

یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین واعزۃ علی الکفرین

اور مومنین کی صفت یہ ہے کہ ان میں کا ہر شخص کافروں کے مقابلہ میں سخت اور نیکوں (یعنی مومنین) کے مقابلہ میں نرم دل اور مہربان ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مومنین باہمی محبت اور رحم کی وجہ سے ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر ایک عضو میں بھی کوئی شکایت ہو جائے یعنی دکھ ہو تو باقی اور اعضا بھی اس سے متاثر ہو جائیں اور ان کو بخار آجائے[1]۔

تراھم رکعا سجدا کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے کثرت عمل اور کثرت نماز کو بیان فرمایا ہے کیونکہ نماز بہترین عمل ہے اور اس عمل میں ان کے اخلاص اور خدا کے پاس احتساب اور ثواب جزیل یعنی جنت کی بشارت ہے جو خدا کے فضل یعنی رزق کی کشادگی اور خدا کی رضا پر مشتمل ہے اور یہ دوسری نعمت پہلی نعمت سے بڑی نعمت ہے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد

---

[1] ابن کثیر بحوالۂ صحیح بخاری

فرماتا ہے کہ ورضوان اللہ اکبر۔

یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا پہلے صحابۂ کرام کے اخلاق کا بیان

ہے کہ ان کی محبت بھی ہے تو اللہ ہی کیلئے اور بغض و عداوت بھی ہے تو اللہ ہی کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کے قلوب ایسے پاک و صاف ہیں کہ ان میں نفسانیت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اس کے بعد ان کے اعمال و اخلاص کا بیان ہے کہ ان کی عبادتیں بھی ریا، تو درکنار دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق دونوں سے بے نیاز اور محض خدا کی رضا اور خوشنودی کی طلب میں ہیں اور یہی اخلاص ہے۔ کیونکہ "حقیقت الاخلاص التبری عن کل ما دون اللہ"[1] لہٰذا اخلاص کے صحیح معنیٰ یہ ہوئے کہ عبادت مخلوق کے لئے نہ ہو بلکہ محض اللہ کے لئے ہو اور جو عبادت دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق سے ہو وہ شرعاً نجات کے لئے کافی سہی مگر اہل طریقت کی نظر میں ایسی عبادت خالصتہً لوجہ اللہ کہلانے کی مستحق نہیں کیونکہ جنت اور دوزخ بھی خدا کی مخلوق ہیں لہٰذا ایسی عبادت مومنین کو اصحاب الیمین کے حلقہ تک تو پہنچا سکتی ہے مگر اس سے گذر کر زمرۂ مقربین کے درجہ تک پہنچانے کے لئے ناکافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] مفردات الراغب ۱۲

سیماھم فی وجوھم کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ السمت الحسن اور مجاہد وغیرہ نے اس کے معنیٰ خشوع اور تواضع کئے ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ الصلوٰۃ تحسن الوجوہ یعنی نماز سے چہرہ پر رونق پیدا ہوتی ہے۔ کسی کا قول ہے کہ جو رات کو نماز پڑھے گا دن کو اس کا چہرہ نورانی دکھائی دیگا۔[1] کسی کا قول ہے کہ نیکی سے دل میں نور چہرہ پر رونق۔ رزق میں کشادگی اور لوگوں میں ہر دل عزیزی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی اپنے اندر کسی چیز کو چھپا رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ اور زبان کی لغزش سے اس کو ظاہر فرما ہی دیتا ہے۔ یعنی جو چیز دل کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے وہ چہرہ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مومن کا باطن جب خدا کے ساتھ ٹھیک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے اپنے باطن کو درست کیا اللہ نے اسکے ظاہر کو درست فرما دیا۔

عبداللہ بن محمد النفیلی سے مروی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کی نیتوں میں خلوص اور ان کے عمل نیک تھے جو ان کو دیکھتا تو اسے ان کا ظاہر اور ان کے عمل دونوں اچھے معلوم ہوتے حضرت مالکؒ فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ نصاریٰ نے جب اُن اصحاب کو

---

[1] تفسیر ابن کثیر

دیکھا جنھوں نے ملک شام کو فتح کیا تھا تو کہا خدا کی قسم یہ لوگ مسیح کے حواریوں سے بہتر ہیں۔

تفسیر خازن میں عطا خراسانی کا قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ شخص جو نماز پنجگانہ کی پابندی کرلے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

اس کے علاوہ "سیماھم فی وجوھھم" کی اور بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں کسی کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ آثار و علامات ہیں جو نمازیوں کے چہروں سے اس دنیا ہی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کسی کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ نور ہے جو بروز قیامت نمازیوں کے چہروں سے ظاہر ہوگا۔

ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں اس کا یہ تصفیہ کرتے ہیں کہ اس کیلئے کسی وقت کی تخصیص نہیں کہ یہ علامتیں کسی وقت پائی جائیں اور کسی وقت نہ پائی جائیں بلکہ یہ سب اوقات میں پائی جاتی ہیں ان کے چہروں کی وہ علامتیں جو اس دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ اسلام خشوع اور زہد کے آثار ہیں اور آخرت میں چہروں کی روشنی اور وضو کے اثر سے ہاتھ پاؤں کا چمکنا اور سجدہ کے اثر سے چہرہ کا پُر رونق معلوم ہوتا ہے یعنی اس سے مراد وہ علامتیں ہیں جن کی بدولت قیامت میں یہ پہچان لئے جائیں گے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔

ذٰلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل | ان کی اس صفت کو اس سے پہلے ہم توریت اور انجیل میں بھی بیان کر چکے ہیں۔

كزرع اخرج شطأه فازره فاستغلظ فاستوٰى على سوقه يعجب الزراع

اس آیت کی تفسیر میں صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بجائے بڑے بڑے پھل دار درختوں کے زراعت سے تشبیہ دینے کا بظاہر سبب یہ ہے کہ جیسے زراعت پہلے تھوڑی ظاہر ہوتی اور پھر جلد جلد بڑھنے لگتی ہے اسی طرح ان میں بھی بہت جلد ترقی ہو گئی اور جس طرح ان کے اعمال نامی ہیں اُسی طرح اُن کے اجساد بھی نامی ہیں جس کی بین مثال سیدنا امام حسینؓ ہیں کہ میدان کربلا میں آپ کے خاندان کے سارے افراد شہید کردئے گئے اور صرف سیدنا امام زین العابدینؓ بسبب علالت و کمسنی چھوڑ دئے گئے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ہی کی صلب مبارک سے سادات کی یہ کثرت منصۂ شہود پر جلوہ فرمادی۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو قیامت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوں۔

فقیر بھی اس مثال کا مطلب یہی سمجھتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ جن کی تعریف و توصیف فرمائی جارہی ہے وہ اس کھیتی کی پہلی فصل ہے۔ جیسے کھیتی میں ایک فصل کے بعد دوسری

فصل ہوتی ہے اُسی طرح سرکارِ عالم کی امت پر بھی ایک قرن کے بعد دوسرا قرن گذرتا جاتا ہے اور سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا اور یہ کھیتی یوں ہی قائم رہے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کھیتی تیری امت کی تا حشر ہری نکلی جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی

جس طرح کسان اپنی کھیتی کی دیکھ بھال کرتا ہے اسی طرح اپنے حبیبِ پاک کی امت کی حفاظت خود خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس لئے جس نے اس کھیتی کو مٹانا چاہا وہ خود ہی مٹ گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تاتاریوں نے اس کو برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ بغداد کی تباہی کے بعد کامل سات برس مسلمانوں پر ایسے بھی گذرے کہ جانور کو ذبح کرنیکی سزا موت تھی۔ مگر نتیجہ کیا ہوا۔ یہی کہ جب مسلمانوں میں سکت نہ رہی تو خود اسلام نے اپنی مخفی طاقت دکھائی اور وہی تاتاری اسلام کے حلقہ بگوش۔ خلافت کے وارث اور دین کے حامی بن گئے۔ اس لئے مسلمانوں کو کسی حال میں بھی خدائے قادر سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ناامیدی مسلم کے خلاف شان اور صرف کافر کا نشان ہے اگر حالات ناساز اور اسباب ناپید ہیں تب بھی توبہ و استغفار کے بعد نہایت خشوع وخضوع سے پروردگار کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو سبب کا محتاج نہیں بلکہ خود مسبب الاسباب ہے اور ساری کائنات کا خالق اور حقیقی مالک ہے۔

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو ۔ منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

کثیف بادل اور کالی گھٹائیں کچھ عرصہ کے لئے فضا کو تاریک تو بنا سکتی ہیں مگر آفتاب کو معدوم نہیں کرسکتیں ۔ ان مع العسر یسرًا ۔

لیغیظ بھم الکفار کی تفسیر میں مالکؒ بن انس فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں صحابہؓ سے بغض ہو یہ آیت اس سے متعلق ہو گی ۔

وعد اللہ الذین اٰمنو و عملو الصّالحٰت منھم مغفرۃً و اجرًا عظیما

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحابہؓ کے فضائل اور اُن کی لغزشوں پر تنقید کی مخالفت سے متعلق بہت سی احادیث ہیں معترضین کے سمجھنے کے لئے یہی بہت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اور وہ اُن سے راضی ہوا اور اُن کی مغفرت اور اجر عظیم یعنی ان کو ثواب جزیل دینے کا وعدہ فرمایا ۔ اور جو شخص بھی صحابہؓ کے اثر کی پیروی کرے اس کا بھی یہی حکم ہے مگر صحابہؓ کو جو فضیلت و سبقت و کمال مراتب حاصل ہے وہ ساری امت میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوسکتا ۔ ذالِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَاءُ ۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے (یعنی راہ خدا میں خیرات کرے) تو ان (یعنی صحابہؓ) کے ایک مُد (ایک پیمانہ) بلکہ آدھے مُد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ والذین معہ سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ مراد ہیں کیونکہ غار میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کی معیت کا منکر کافر ہے۔ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے سیدنا عمرؓ مراد ہیں کیونکہ اہل مکہ پر آپ بہت سخت تھے اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ سے سیدنا عثمانؓ مراد ہیں کیونکہ آپ نہایت رحم دل اور بے انتہا صاحب حیا تھے۔ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا سے سیدنا علی مرتضیٰؓ مراد ہیں[1]

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں عمل صالح سے مراد صحابہؓ کی محبت ہے[2] حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابۂ کرام کے صلح حدیبیہ سے جب مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو اکثر اصحاب کو یہ ملال تھا کہ کفار مکہ کی بیجا ضد اور نالائقی کی وجہ سے وہ خانۂ کعبہ کا طواف اور زیارت نہ کر سکے اس ملال خاطر کو دور کرنے لئے اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص اور عمل کی تعریف کیے

[1] روح البیان۔ [2] روح البیان

بعد اُن سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرماتا ہے کیونکہ تمام طاعتوں اور عبادتوں کا
مقصد صرف یہی دو باتیں ہیں۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ تمہارے اخلاص اور اعمال سے
راضی اور خوش ہے اور تم سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرماتا ہے۔ تو پھر
تمھیں رنج کرنے کی ضرورت نہیں جس فتح کی تم کو بشارت دی گئی ہے وہ تم بہت
جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے اور یہ سرکش جو آج تمہارے آگے بڑی بڑی باتیں
کر رہے ہیں اور اپنی من مانی شرطوں پر تم سے صلح نامہ لکھوا رہے ہیں تو اس سے
تمھیں دل گیر نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس میں ہماری یہ بھی ایک حکمت ہے جو کافروں
کے لئے اتمام حجت اور مومنوں کے لئے ابتلا ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ خانہ کعبہ
ہمارا پہلا گھر اور تم ہمارے خاص بندے اور اس کی خدمت کے مستحق ہو۔ کل[1] تم
اسی شہر میں فاتحانہ شان سے داخل ہونگے۔ اِن کے جھوٹے معبود تمہارے
قدموں کے پاس پڑے ہونگے اور یہ سرکش تمہارے سامنے دست بستہ کھڑے
ہونگے اور ہمارے حبیب سے عرض کریں گے کہ آپ کریم ابن کریم ہیں۔

تفسیر سُورۂ فتح ختم

[1] ذیقعدہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی اور ۲۰ رمضان ۸ھ کو مکۂ مکرمہ فتح ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم
از صفحہ (۹۵) تا صفحہ (۹۸) و صفحہ (۱۱۶) مطبوعۂ مصر ۱۲